

استشرق: اسلامی مطالعات کے محرکات و مقاصد

(Orientalism: Motives and Objectives of the Study of Islam)

* ڈاکٹر محمد شہباز منج

** ڈاکٹر عبدالرشید

** صائمہ شہباز منج

Abstract

This article is an attempt to find out whether orientalism is really a weapon of the West against Islam? It brings out the facts that the Christians sacrificed millions of lives in the Crusades; their great leaders were killed in these wars but they could not suppress the Muslims. Due to constant blows from the Muslims, West resorted to other tactics to weaken the Muslims instead of armed conflict. They convinced that the strength of Muslims lay in the teachings of Islam and the only way to weaken them was to portrait Islam and Prophet of Islam in such a way that Muslims would feel ashamed to be called Muslims. They put down the sword, picked up the pen and started maligning Islam and Prophet of Islam in dramas, films, cartoons and books. Orientalism is a form of this war-like strategy of the West.

Key Words: Orientalism, Islam, West, sword, pen

مسلمانوں کا یہ عمومی موقف ہے کہ مغرب کی اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں سے روایتی مخالفت، نفرت اور جنگ کا فوجی و عسکری کے ساتھ ساتھ ایک روپ قلم، مطالعہ اور تبلیغ و تحقیق کا بھی ہے۔ صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے میں پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود اہل مغرب مسلمانوں کو ختم کرنا تو ایک طرف ان کا زور بھی کم کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تھے۔ اس ناکامی کے پیش نظر مغرب میں زور دار آوازیں اٹھنا شروع ہوئیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

** اسٹنٹ پروفیسر اسلامیات، وفاقی اردو یونیورسٹی، اسلام آباد

** پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

کے لیے شمشیر و سناں سے طاقت و ہتھیار قلم و قراطس ہے۔ کلیسا نے ان آوازوں کو سنجیدگی سے لیا اور اسلام کے خلاف زبردست قلمی و نظریاتی جنگ کے لیے محاذ قائم ہو گیا۔ یہ محاذ جدید دور کے عرف میں استشرق سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس محاذ پر برسر پیکار افراد مستشرقین کہے جاتے ہیں۔ مستشرقین، مغربی اہل قلم اور بہت سے مسلمان بھی اس موقف کی تردید کرتے ہیں۔ اس مقالے میں ہمارے پیش نظر اس حقیقت کا سراغ ہے کہ کیا واقعی ہی استشرق کے اسلامی مطالعات کے یہی محرکات ہیں؟ اس مطالعے کے لیے تاریخی حقائق اور اہل مغرب کے اسلامی مطالعات کی روایت سے استدلال کیا جا رہا ہے۔

مستشرق اور استشرق کا مفہوم

موضوع سے متعلق حقائق سے آگہی کے لیے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مستشرق کا جو مفہوم لیا جا رہا ہے، وہ واقعی درست ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں؟ اس کے لیے سب سے پہلے ہم استشرق اور مستشرقین کے لغوی و اصلاحی مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

عربی اور اردو لغات اور لٹریچر میں مستشرق اور استشرق کے الفاظ زیادہ پرانے نہیں بلکہ یہ انگریزی کے الفاظ Orientalist اور Orientalism جو کہ Orient سے ماخوذ ہے، کا ترجمہ یا چرہ بہ ہیں۔¹ لفظ Orient کے سلسلے میں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے:

The Orient is a term popularly commuting all countries of east (including middle and near east) or of Asia generally.²

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں Oriental سے مراد لیا گیا ہے مشرقی، بحرہ روم اور قدیم سلطنت روم کے مشرق میں واقع ممالک اور علاقہ جات اور وہاں کی تہذیب و خصوصیات سے متعلق، جنوب مغربی ایشیا یا مطلق ایشیائی ممالک سے متعلق۔ نیز جس کا تعلق مسیحی یورپ کے مشرق سے ہو۔³ آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں Oriental کے زیر عنوان تحریر ہے:

Of the orient, esp. Asiatic, Occurring incoming from, the East, characteristic of its civilization etc.⁴

¹ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، "مستشرقین، استشرق اور اسلام" - معارف، اعظم گڑھ، (ستمبر 1982ء): 165-166۔

² Encyclopaedia Britannica (U.S.A, 1961), 9/ 71.

³ The Oxford English Dictionary (Oxford: Clarendon Press, 1989), X/ 930.

⁴ The Oxford Illustrated Dictionary (Oxford: Oxford University Press, 1978), 1188.

Orientalist کا مطلب لیا گیا ہے وہ شخص جو مشرقی زبانوں اور ادب سے واقفیت بہم پہنچائے یعنی مشرقی علوم کا ماہر۔⁵ Orientalism کا معنی مشرقی خصوصیات، مشرقی رسوم و رواج، مشرقی ثقافت و تہذیب، مشرقی زبانوں اور مشرقی اقوام سے متعلق علم و مہارت بیان کیا گیا ہے۔⁶ علاوہ ازیں اس کی تعریف "Make, become Oriental" بھی کی گئی ہے۔⁷

عربی میں مادہ ش - ر - ق سے بذریعہ اشتقاق Orientalist اور Orientalism کے لیے علی الترتیب المستشرق اور الاستشراق کے الفاظ وضع کیے گئے ہیں۔ المنجد میں مشرقی زبانوں اور علوم و آداب کے عالم کو المستشرق کہا گیا ہے۔⁸ الرائد میں المستشرق کا مفہوم بتایا گیا ہے: عالم اجنبی بحیاء الشرق و علومه و آدابه و لغاته و حضاراته و مدنیاته۔⁹ الاستشراق کا معنی مشرقی زبانوں اور علوم و آداب کا علم کیا گیا ہے۔¹⁰ الرائد میں الاستشراق کے آگے درج ہے: علم الاجانب بحیاء الشرق و علومه و آدابه و لغاته و حضارة و مدنیاته۔¹¹

اردو میں Orientalist یا المستشرق کو مستشرق اور Orientalism یا الاستشراق کو استشرق یا مستشرقیت کہا جاتا ہے۔ مستشرق کی تعریف مشرقی تاریخ، تہذیب، زبان یا علوم وغیرہ کا مغربی ماہر کی گئی ہے۔¹² جامع اللغات میں مستشرق کا مطلب لکھا ہے: "ماہر شرقیات، وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔"¹³ یوں استشرق یا مستشرقیت سے مراد ہوگا: مستشرق ہونے کی حالت؛ علوم شرقیہ کہ مہارت۔¹⁴

⁵The Oxford English Dictionary (Oxford: Clarendon Press, 1989), X/ 931.

⁶The Heritage Illustrated Dictionary of the English language (New York: 1973), 926.

⁷The Oxford Illustrated dictionary, 1188.

⁸المنجد (بیروت: دارالمشرق، 1967ء)، 947۔

⁹الرائد: معجم لغوی عصری (بیروت: جبران مسعود، 1967ء)، 1372۔

¹⁰المنجد، 65۔

¹¹الرائد، 109۔

¹²اردو لغت تاریخی اصول پر (کراچی: اردو لغت بورڈ، 2002ء)، جلد ہفتم، ص 2۔

¹³جامع اللغات (لاہور: اپر مال، س۔ن)، 1825۔

¹⁴اردو لغت، جلد ہفتم، 2۔

اصطلاحاً مستشرق سے مراد عام طور پر وہ غیر مشرقی عالم لیا جاتا ہے، جو مشرقی علوم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے۔ ڈاکٹر محمد احمد دیاب غیر مشرقی لوگوں کے مشرقی زبانوں، تہذیب، فلسفے، ادب اور مذہب کے مطالعہ میں مشغول ہونے کو استشرق قرار دیتے ہیں۔¹⁵ ابراہیم عبدالمجید اللبان نے مستشرقین کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

المستشرقون اسم واسع يشمل طوائف متعددة تعمل في ميادين الدراسات الشرقية المختلفة، فهم يدرسون العلوم، والآداب الخاصة بالهندوالفرس والصين واليابان والعالم العربي وغيرهم من أمم الشرق.¹⁶

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کے مطابق اصطلاحاً یا عرفاً یہ لفظ ان غیر مسلم علمائے مغرب کے لیے مخصوص ہے جو مشرقی زبانوں اور علوم و آداب میں دلچسپی لیتے ہیں، لیکن مشرق کی غیر مسلم زبانوں، غیر اسلامی علوم و فنون اور اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے مغربی عالم کو مستشرق نہیں کہا جاتا۔ اس لحاظ سے مستشرق مغرب کے ان غیر مسلم خاص کر یہودی اور عیسائی علما کو کہا جائے گا، جو اسلام، اسلامی علوم، اسلامی زبانوں اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے مطالعہ میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔¹⁷

عربی زبان کی ایک اہم خصوصیت یعنی خاصیت ابواب کو سامنے رکھتے ہوئے استشرق کا مطلب لیا جاتا ہے: بہ تکلف مشرقی بننا۔¹⁸ اور مستشرق اس شخص کو سمجھا جاتا ہے، جس نے بہ تکلف مشرقیت اختیار کی ہو۔ Edward W. Said کے خیال میں استشرق یا مشرقیت کی اصطلاح تعلیمی اداروں پر ایک لیبل کے طور پر استعمال ہوتی ہے، اور مستشرق اس شخص کو کہتے ہیں، جو مشرقی تمدن و تہذیب کے بارے میں پڑھاتا، لکھتا اور تحقیقات کرتا ہو۔ یوں یہ لفظ انتھراپالوجسٹ، سوشیالوجسٹ اور ماہر تاریخ کے لیے بھی بولا جاتا ہے، اور ان لوگوں کی ان مساعی کو استشرق یا مشرقیت کا نام دیا جاتا ہے۔¹⁹

مشرق کے لفظ کے تناظر میں استشرق اور مستشرقین کی تعریف میں بالعموم مشرق و مغرب کی ایک خاص تقسیم کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شرق و غرب کی یہ تقسیم غیر حقیقی، اعتباری اور اضافی ہے۔²⁰ چنانچہ کچھ اہل علم کے نزدیک مستشرقین کے عرف میں لفظ "مشرق" کا جغرافیائی مفہوم مراد نہیں، بلکہ ان کے نزدیک

¹⁵ الدکتور محمد احمد دیاب، اضاء علی الاستشرق والاستشرقین (القاهرہ: دار المنار، 1989ء)، 10۔

¹⁶ ابراہیم عبدالمجید اللبان، "الاستشرقون والاسلام" مجمع البحوث الاسلامیة (ابریل 1970ء): 4-5۔

¹⁷ شرف الدین اصلاحی، "مستشرقین، استشرق اور اسلام"، 168۔

¹⁸ ایضاً، 166-167۔

¹⁹ Edward W Said, *Orientalism* (London: Routledge and Kegan Paul, 1978), 2.

²⁰ شرف الدین اصلاحی، "مستشرقین، استشرق اور اسلام"، 165-171۔

مشرق سے زمین کے وہ خطے مراد ہیں، جن پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔²¹ گویا مستشرقین اسلامی ممالک اور دنیائے اسلام کو مشرق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، ورنہ تو مسیح علیہ السلام اور عیسائیت اور بائبل کے اکثر واقعات کا تعلق بھی مشرق سے بنتا ہے، لیکن ان سے متعلق علم کے کسی ماہر کو مستشرق نہیں کہا جاتا۔ بنا بریں مستشرقین اور استشرق کی جامع تعریف وہی ہوگی جس میں اہل مغرب کے مشرقی علوم کے سلسلے میں مطالعات میں اسلام اور مسلمانوں کا خصوصی حوالہ ہو۔ ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب نے استشرق اور مستشرقیت کی وضاحت کے حوالے سے متعدد تعریفات نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے ایک جامع تعریف پیش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مغربی اہل کتاب عیسائی مغرب کی مسلم مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے خود ساختہ تصور کی بنا پر مسلمانوں پر اہل مغرب کا تسلط قائم کرنے کی غرض سے مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کی مسخ شدہ تصویر پیش کرنے کی خاطر مسلمانوں کے عقیدہ، کلچر، شریعت، تاریخ، نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ معروضی تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں، اسے استشرق کہا جاتا ہے۔²²

اس میں شبہ نہیں کے مستشرقین اسلام کے حوالے سے بہت جارحانہ عزائم رکھتے ہیں اور مذکورہ بالا تعریف میں ان کے ان عزائم کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ حقیقت پیش نظر رہنا چاہیے کہ مطلق حیثیت میں مستشرقین اور ان کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں میں خاصا تنوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف محققین نے استشرق اور مستشرقین کی مختلف اور متعدد تعریفات بیان کی ہیں۔²³ بنا بریں تمام مستشرقین کو ایک ہی زمرے میں شمار کرنا درست نہیں۔ کئی مستشرقین ایسے ہیں جو دیگر مشرقی علوم اور تہذیبوں پر اور بعض دیگر مقاصد کے پیش نظر کام کرتے ہیں۔ چنانچہ مطلقاً یہ کہنا کہ تمام مستشرقین اسلام کے خلاف منفیانہ رویہ ہی کے تحت سرگرم عمل ہیں، حقیقت سے بعید ہے۔ ہاں اگر کچھ مستثنیات رکھ دی جائیں اور اسلام کے حوالے سے کام کرنے والے بیشتر مستشرقین کے رویہ کے تناظر میں اختصاص کے ساتھ بات کی جائے تو مذکورہ بالا تعریف البتہ جامع بن سکتی ہے۔²⁴

ان دستاویزی حقائق اور تعریفات سے واضح ہے کہ مستشرقین کے اسلامی مطالعات کے کچھ مخصوص مقاصد و مقاصد ہیں اور ان کے بارے میں یہ تاثر بے بنیاد نہیں کہ وہ مغرب کی مسلمانوں کے خلاف جنگ کے قلمی روپ کے کردار ہیں۔ مستشرقین

²¹ الدکتور محمد ابراہیم الفیومی، الاستشرق رسالۃ الاستعار (القاهرہ، دار الفکر العربی، 1993)، 144۔

²² الدکتور احمد عبدالحمید غراب، رویۃ اسلامیۃ للاستشرق (ریاض: در الاصابہ للثقافت والنشر والاعلام، 1988)، 9۔

²³ استشرق اور مستشرقین کی متنوع تعریفات کی تفصیلات کے لیے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: الدکتور یحییٰ مراد، افتراء المستشرقین

علی الاسلام والرد علیہا (بیروت، دار لکتب العلمیۃ، 2004ء)، 17۔

²⁴ اس ضمن میں تفصیلات کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر محمد شہباز منج، فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ (لاہور: القمر پبلی

اور استشرق کی اس تعریف کے ساتھ ساتھ اگر اس تحریک کے آغاز کا سراغ لگایا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ یہ مستشرق کی اصطلاح کب بنی اور ایسے لوگوں کی سرگرمیاں کیا تھیں تو بھی زیر نظر دعوے سے متعلق اہم حقائق سامنے آسکتے ہیں۔

تحریک استشرق کا آغاز اور ابتدائی رویہ

تحریک استشرق کی ابتدا سے متعلق تحقیقات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ اس کا آغاز اسلام مخالف مقاصد کے تحت ہوا اور شروع ہی سے اس نے آل جناب رضی اللہ عنہم سے متعلق منفی تحریریں سامنے لانا شروع کر دیں۔ آرمبری کے مطابق Orientalist کا لفظ پہلی مرتبہ 1630ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔²⁵ یورپی زبانوں میں Orientalism کا لفظ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں رائج ہوا۔ بعض کے خیال میں تحریک استشرق دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ وہ اس سلسلے میں فرانسسی راہب جریردی اور الیاک (938-1003) کا نام لیتے ہیں، جس نے حصول علم کے لیے اندلس کا رخ کیا اور اشبیلیہ اور قرطبہ کی جامعات سے تعلیم حاصل کر کے عربی زبان و ادب کے عالم کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔ یہ شخص 999ء سے 1003ء تک سلفستر ثانی کے لقب سے پایائے روم کے منصب پر بھی فائز رہا۔²⁶ بعض اس کی ابتدا تیرہویں صدی عیسوی سے مانتے ہیں۔²⁷ بعض کے نزدیک اس کی ابتدا 1312ء میں فینا میں منعقدہ کلیسا کی کانفرنس میں یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان کی تدریس کے لیے باقاعدہ (Chairs) قائم کرنے کے فیصلے سے ہوئی۔²⁸ یہ بات البتہ واضح معلوم ہوتی ہے کہ تحریک استشرق کو یہ نام اگرچہ صدیوں بعد ملا، اس کا آغاز بہت پہلے یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں ہو گیا تھا۔ اہل تحقیق کے مطابق یوحنا دمشقی (749ء-676ء) کی مساعی کو تحریک استشرق کا نقطہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس شخص نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت و دشمنی کی غرض سے تحریری مناظرات شروع کیے۔²⁹ اس نے اسلام کے خلاف دو کتابیں "مجاورہ مع المسلم" اور "ارشادات النصارى فی جدل المسلمین" تحریر کیں³⁰ جان آف دمشق نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اسلام کے خلاف تحریک چلائی۔ اس نے اسلام کو وثنی (Pagan) مذہب قرار دیا اور کعبہ کو بت سے تعبیر کیا۔ جان کے پیروں نے اس کی دی ہوئی بنیادوں پر اسلام دشمن لٹریچر کا انبار لگا دیا۔ یہی لٹریچر مغربی اسکالر کے لیے از

²⁵ الدکتور محمد ابراہیم الفیومی، الاستشرق رسالۃ الاستعمار، 142۔

²⁶ تفصیل کے لیے دیکھیے: نجیب العقیقی، الاستشرقون (مصر: دار المعارف، 1964)، 120-137؛ الدکتور محمد احمد دیاب، اضواء علی

الاستشرق والمستشرقین، 13۔

²⁷ محمد السبی، الفکر الاسلامی الحدیث و صلته بالاستعمار الغربی (پیروت: دار الفکر، ب ت)، 532۔

²⁸ الدکتور محمود حمزہ زقزوق، الاستشرق والحلفیۃ الفکریۃ للصرع الحضاری (القاهرہ: دار لمنار، 1989)، 25۔

²⁹ پروفیسر سید حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"۔ معارف، اعظم گڑھ، (مئی 1983): 332۔

³⁰ دیاب، اضواء علی الاستشرق والمستشرقین، 15۔

منہ و سطلی سے لیکر بیسویں صدی تک مصادر کا کام دیتا رہا۔³¹ مختلف ادوار میں مختلف مغربی ممالک میں مختلف مستشرقین سامنے آتے اور اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہے۔ یہ سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ اب تک جاری ہے۔

استشراقی اہداف اور ان کے حصول کی مساعی

اسلام سے متعلق استشراقی اہداف اور ان کے حصول کی مساعی سے بھی واضح ہوتا ہے کہ استشراق اور مستشرقین مغرب کی مسلمانوں کے خلاف جنگی حکمتِ عملی کا کردار رہے ہیں۔ لہذا اس پر حیرت نہ ہونی چاہیے کہ مستشرقین نے اسلام سے متعلق مغربی مقاصد کے حصول میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ یہ درست ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ مستشرقین کی کوششوں میں کافی تنوع پیدا ہوا اور ان میں سے بعض لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ہدف بنانے کی بجائے مثبت اور خالص علمی نوعیت کے کام بھی کیے،³² جن کا ہم کھلے دل سے اعتراف کرتے اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت میں بھی کلام کی کوئی گنجائش نہیں کہ مستشرقین نے مغرب کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھرپور مدد فراہم کی ہے۔ اور یہ مدد ظاہر ہے کہ مستشرقین نے مغرب اور کلیسا کے خصوصی تعاون اور مدد و حمایت ہی کی بنا پر فراہم کی ہے۔

مغرب کو استشراقی ملک کے شواہد

مستشرقین مغرب کو ان کے کن کن مقاصد کے لیے کس کس نوعیت کی مدد مہیا کرتے ہیں اور اس کام میں کلیسا اور مغربی صاحبانِ اقتدار نے مستشرقین کے ساتھ ساتھ کس کس طرح سے کیا کیا تعاون کیا ہے؟ اس حوالے سے ذیل کی سطور میں اہم حقائق پیش کیے جا رہے ہیں:

اپنے مذہب کے حوالے سے مغرب کے سامنے تین مقاصد تھے؛ دین اسلام کو دنیا کی اقوام میں عموماً اور یہودی و عیسائی اقوام میں خصوصاً پھیلنے سے روکا جائے؛ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے ٹنگ و دو کی جائے اور عیسوی عقائد معلوم کرنے کے لیے کتاب مقدس کے پورپی زبانوں میں ترجموں پر اعتماد کی بجائے عبرانی زبان کے نسخوں پر اعتماد کیا جائے۔ اس کام میں یوحنا کلیفٹن اور لو تھر وغیرہ پیش پیش تھے۔ لو تھر نے جب کلیسا کے خلاف آواز اٹھائی، تو اس کے دعوت کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ تورات کو اس کی اصلی عبرانی زبان میں پڑھا جائے۔³³ لیکن چونکہ عبرانی زبان ایک زندہ زبان کے طور پر کہیں رائج نہ تھی، اور عربی اور عبرانی زبانیں ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں، لہذا عبرانی جاننے کے لیے عربی سیکھنا

³¹ پروفیسر سید حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"۔، 332-334۔

³² اس ضمن میں البتہ یہ حقیقت بھی پیش نگاہ رہنا چاہیے کہ مثبت اور علمی نوعیت کے کام جن مغربی اہل قلم کی طرف سے سامنے آئے ہیں ان میں کم ہی اپنی اصل و حقیقت کے اعتبار سے مستشرقین کہے جانے کے لائق ہیں، بلکہ ان کا پس منظر اور ہے، اور اگر انہیں مستشرقین شمار بھی کر لیا جائے تو ان کے یہ کام ان کے معروضی رویے کا نتیجہ کم ہی ہیں، زیادہ تر مخصوص استشراقی مقاصد کا ضمنی و ثانوی نتیجہ ہیں۔

³³ الدکتور محمد عبدالمتعال الجبری، الاستشراق و جلال استشراق الفکرى (القاهرہ: المکتبۃ الوہبۃ، 1995)، 82-83۔

ضروری تھا۔ چنانچہ یورپ اور دنیاے عیسائیت کے طول و عرض میں ایسے اداروں کا جال بچھ گیا، جن میں عربی زبان کی تدریس کا بندوبست تھا۔ کتاب مقدس کی اصلاح اور بائبل کے بیانات کی تفسیر کے سلسلے میں ممالک اسلامیہ کے حالات کا معروضی جائزہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی، تو اس مقصد کے لیے ممالک اسلامیہ میں باقاعدہ مہمیں بھیجی گئیں۔ ان مہمات کا مقصد مشرقی علاقوں میں ان آثارِ قدیمہ کو تلاش کرنا تھا، جن کا ذکر بائبل میں ہے۔ لیکن ان مہموں اور آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں سے جو نتائج ظاہر ہوئے وہ انتہائی حیران کن ہیں۔ Times دسمبر 1995ء کی اشاعت میں Michael-D-Lemonick کا مضمون بعنوان "Are the Bible Stories True" شائع ہوا۔ اس مضمون میں ابراہیم علیہ السلام اور دیگر بزرگانِ اسرائیل کو بائبل کے مصنفین کی اختراع قرار دیا گیا ہے اور موسیٰ کو ایک تمثیلی ہیرو بتایا گیا ہے، جسے عبرانیوں نے اپنی قومی تشخص اور ایک جہتی کو لوگوں کے ذہن نشین کرانے کے لیے تخلیق کیا تھا۔ نیز یہ تحقیق بھی سامنے لائی گئی ہے کہ واقعہ خروج (جو بائبل کا اہم واقعہ ہے) کا کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں ہے۔³⁴ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جن لوگوں کا اعتماد آثارِ قدیمہ کی تحقیقات پر ہے وہ ان حقائق کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں جن پر تمام الہامی مذاہب صدیوں سے متفق چلے آ رہے ہیں، لیکن جو لوگ بائبل کے کسی بیان پر تنقیدی نظر ڈالنے کے روادار نہیں ان کو مذکورہ تحقیق کی مدد سے مشرق کے چپے چپے پر ایسے آثار نظر آتے ہیں، جن سے بائبل کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد عبدالمتعال الجبری نے علامہ اسد کے حوالے سے لکھا ہے کہ سولہویں صدی سے جتنے لوگ مغرب سے مشرق آتے ہیں، انھیں یہاں تورات کے حادثات و واقعات کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اہرام مصر کو وہ گندم کے گودام سمجھتے ہیں، جنھیں یوسف بن اسرائیل نے تعمیر کیا تھا۔ "ہلیوبولس" کی شکل میں انھیں وہ خفیہ مستقر نظر آتا ہے، جہاں مقدس خاندان آرام فرما ہوا تھا۔ سمندر کے کنارے بکھری ہوئی ہڈیاں انھیں فرعون اور اس کے لشکریوں کی ہڈیاں معلوم ہوتی ہیں، جو اسرائیلیوں سے مقابلے کے وقت یہاں ہلاک ہوئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اسرائیلیوں کو اپنے آباؤ اجداد کی نشانیاں مصر و عرب سے آگے بھی نظر آتی ہیں۔ 1472ء میں وینس کی ایک مہم کو ساسانی بادشاہ "شاہپور اول" کی شکل میں تورات کا "شمشون" نظر آگیا۔³⁵ دراصل اسرائیلیوں کو مشرق میں ہر طرف اپنے آباؤ اجداد کے آثار اس لیے نظر آتے ہیں کہ یہودی نہ صرف نیل سے فرات تک کے علاقے کو اپنے اجداد کی میراث سمجھتے ہیں، بلکہ ساری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ جن علاقوں پر ان کی خصوصی نظریں ہیں ان پر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے یہودیوں کو اس قسم کے آثار کی ضرورت ہے۔

³⁴Michael-D-Lemonick, "Are the Bible Stories True?" Time Asia, (18 December 1995): 48.

³⁵الجبری، الاستشرق وجہ للاستشرق الفکری، 13۔

یہود و نصاریٰ نے کتاب مقدس کی اصلاح و تفسیر کے لیے جو کوششیں کیں، ان سے دینی مقاصد تو پورے نہ ہوئے، بلکہ ان کی اکثریت کا اعتماد الہامی کتابوں سے اٹھ گیا، البتہ ان تحقیقات سے انہیں سیاسی اور اقتصادی فوائد ضرور حاصل ہوئے۔ اہل مغرب نے ان علاقوں میں اپنی نوآبادیاں قائم کرنے اور ان کے وسائل کو مغرب میں منتقل کرنے کے لیے ان تحقیقات سے بہت استفادہ کیا۔ اسلام سے مبارزت کے لیے ایسے افراد تیار کرنے شروع کیے گئے، جو مسلمانوں کے عقائد اور مذہبی اعمال کو اس انداز میں پیش کرنے کی مہارت رکھتے ہوں، جو مستشرقین کے موقف کے مطابق ہو۔ ان تربیت یافتہ لوگوں کو اسلامی ممالک میں تبلیغی مشنوں پر بھیجا جانے لگا۔ مغربی سیاست دانوں سے گٹھ جوڑ کیا گیا، اور تبلیغی کاموں کی خاطر سرمائے کی فراہمی کے لیے حکومتوں کے علاوہ بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے ساتھ بھی روابط قائم کیے گئے۔ اپنے کام کو منظم کرنے، اس کی رفتار تیز کرنے اور تبلیغی کاروشوں کا رخ متعین کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً کانفرنسیں منعقد کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔³⁶ ان کانفرنسوں میں یہ لوگ جس قسم کے پروگرام بناتے ہیں، اس کا اندازہ کرنے کیلئے 1906ء میں قاہرہ میں منعقد ہونے والی تبشیری کانفرنس کے ایجنڈے کی اہم شقیں ملاحظہ ہوں: دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کا جائزہ، افریقہ، سلطنت عثمانیہ، ہندوستان، فارس، ملایا اور چین میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات کا تفصیلی سروے۔ ایسی کتابوں کی تیاری اور اشاعت جن کو تعلیم یافتہ مسلمانوں اور مسلم عوام کے درمیان پھیلانا ضروری ہے۔ لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوششیں۔ مرتد ہو جانے والوں کا جائزہ۔ عیسائیت قبول کرنے والے غربا کی مدد۔ مسلم عورتوں کے معاملات۔ مبشرین کی تربیت اور باہمی رابطہ۔ مسلمانوں کے لیے نظام تعلیم۔³⁷

اس تبشیری کانفرنس کے ایجنڈے سے پتہ چلتا ہے کہ مبشرین کو اسلام اور مسلمانوں کی کتنی فکر تھی اور ان کے متعلق ان کی سوچ اور کام کا انداز کیا تھا؟ اس میں اہل اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے لوگوں میں عیسائیت کی تبلیغ کا ذکر تک نہیں کیا گیا، جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے میں ان کا ہدف خاص طور پر اسلام اور مسلمان ہی تھے۔ ڈاکٹر عبدالمتعال الجبری نے لکھا ہے کہ سینی گال کے فرانسیسی مستعمرین لوگوں کو وسائل حیات سے محروم کرتے تھے، پھر غریب سینی گالیوں کو غذائی اشیاء مثلاً چاول، گھی اور آٹے کی شکل میں امداد پیش کرتے تھے، مگر امداد کی شرط یہ تھی کہ ہر صاحب حاجت خاندان اپنے ایک پندرہ سالہ بچے کو کلیسا کے حوالے کرے تاکہ کلیسا سے اپنے مدارس میں تعلیم دے؛ ساتھ یہ بھی وعدہ لیا جاتا تھا کہ اگر کسی خاندان نے بچے کی تعلیم سے قبل اس کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو اس نے جتنی امداد حاصل کی ہوگی سب لوٹانا پڑے گی۔³⁸

³⁶ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1417ھ) 245/6۔

³⁷ محمد الدھان، قوی الشرا المتخالفہ و موقفھا من الاسلام والاسلمین (القاہرہ: دار لوفالطباعة والنشر المنصورہ، ب ت)، 124۔

³⁸ الجبری، الاستشرق وجہ للاستشرق الفکری، 158۔

ایڈورڈ ڈبلیو سعید نے تحریک استشرق کے اہتمام و انضباط کو اٹھارویں اور انیسویں صدی میں اہل مغرب کی سیاسی مقاصد کے حصول کی کوششوں کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔³⁹ اہل مغرب نے مسلمانوں کے ممالک پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھا تو انھوں نے صدیوں کے تلخ تجربات کی بنا پر تلوار کے استعمال کو خلاف مصلحت سمجھا۔ انھوں نے انسانوں کی ایسی جماعتیں تیار کیں جنھوں نے علم و محبت اور خدمت انسانیت کے حسین جامے زیب تن کر رکھے تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ جب عملی طور پر اہل مغرب ان ممالک پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنے کے لیے آگے بڑھیں تو ان ممالک کے شہریوں کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا امکان نہ ہو۔ یورپی طاقتوں ہالینڈ، فرانس اور انگلستان نے مستشرقین اور مبشرین کی بھرپور حوصلہ افزائی کی اور ان پر پانی کی طرح روپیہ بہایا۔ مستشرقین اور مبشرین میں سے اکثر لوگ مغربی طاقتوں کے تنخواہ دار ملازم تھے۔ ان ملازمین نے دولت کے بل بوتے پر تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، فلاحی اداروں، غریبوں اور محتاجوں کے لیے امدادی منصوبوں، اخبارات و رسائل، کتابوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مطابق مستشرقین عام طور پر مغربی حکومتوں اور اقتدار کا ہر اول دستہ رہے ہیں۔ وہ مغربی حکومتوں کو علمی کمک پہنچاتے ہیں۔ وہ مشرقی اقوام و ممالک کے رسم و رواج، طبیعت و مزاج، طریق ماند و بود اور زبان و ادب بلکہ جذبات و نفسیات کے متعلق صحیح اور تفصیلی معلومات فراہم کرتے ہیں، تاکہ ان پر مغرب کو حکومت کرنا آسان ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان حالات و تحریکات اور عقائد و خیالات کا "ٹوڑ" کرتے رہتے ہیں، جو ان حکومتوں کے لیے پریشانی اور درد سر کا باعث ہیں، اور ایسی ذہنی اور علمی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس میں ان حکومتوں کی مخالفت کا خیال ہی پیدا نہ ہونے پائے۔ اس کے بالمقابل ان کی تہذیب کی عظمت اور ان کی خدمات کی ایسی وقعت پیدا ہو اور اپنے ملک کی اصلاح و ترقی اور ان کو مغرب کے نقش قدم پر لے چلنے کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ ان مغربی حکومتوں کے ہٹ جانے پر بھی ان کا دینی اور تہذیبی اقتدار قائم رہے۔ اسی بنا پر مغربی حکومتوں نے مستشرقین کی اہمیت و افادیت کو پوری طرح محسوس کیا اور ان کے سربراہوں نے ان کی پوری سرپرستی کی اور اس مقصد کے تحت مختلف ممالک کے مستشرقین عالم اسلام سے متعلق رسائل اور مجلات شائع کرتے رہتے ہیں، جن میں عالم اسلام کے مسائل اور رجحانات پر مبصرانہ تبصرے اور ماہرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔⁴⁰

مستشرقین کے سیاسی مقاصد میں سے ایک مقصد "مسلم میسجی اتحاد" قائم کرنا بھی ہے۔ اس دور میں اس مقصد کے حصول کے لیے بڑی منظم کوششیں جاری ہیں۔ عیسائیوں نے بڑی ہوشیاری سے نہایت ذہین افراد کو اس کام پر لگایا ہے، جو مشرقی یونیورسٹیوں میں لیکچرز کی شکل میں مذکورہ مقصد کے لیے مسلمان نوجوانوں کو ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں۔ یورپی اور امریکی حکومتیں اپنے سیاسی مقاصد میں معاونت کے لیے مسلم علما اور سکالرز کو بھاری معاوضے ادا کرتی ہیں۔ اس

³⁹Edward W Said, *Orientalism*, 201-204.

⁴⁰مولانا ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981ء)، 256-257۔

حوالے سے روزنامہ جنگ لاہور کی 6 جنوری 2006ء کی اشاعت میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ قابل ملاحظہ ہے۔ رپورٹ میں امریکی اخبار کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ مسلمان علما و دانشوروں اور ممتاز شخصیات کو امریکی موقف اور پالیسیوں کی حمایت کے لیے معقول معاوضے ادا کرنے کا امریکی پروگرام نہایت خاموشی سے جاری ہے، اور اس سلسلے میں 2005ء کے اوائل میں امریکی محکمہ دفاع نے اپنے کنٹریکٹر لنکن گروپ نامی پبلک ریلیشن کمپنی سے کہا تھا کہ وہ عراق کے سنی علما اور شخصیات میں سے ایسے علما کی نشان دہی کرے جو عراق کے صوبہ الانبار سے تخریب کاری ختم کرانے اور عراقی انتخابات میں حصہ لینے کی حمایت میں رائے عامہ ہموار کرنے میں مدد دے سکیں۔ گروپ کے ایک وفد نے 2005ء کے اوائل میں پاکستان کے ایک وفاقی وزیر سے بھی ملاقات کی تھی۔ امریکی اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ اب بھی چار عراقی سنی علما و دانش ور امریکی فوج کے لیے تجاویز، مشورے اور حقائق پر مبنی رپورٹیں تیار کرنے کا کام کر رہے ہیں، جب کہ لنکن گروپ کے ایک اعلیٰ عہدیدار پیج کریگ کا کہنا ہے کہ ان کی کمپنی مذہبی شخصیات، سرکاری حکام اور مقامی بزنس مینوں سے بھی ملاقاتیں کر کے مختلف مسائل پر تبادلہ خیال کرتی ہے۔ تاہم انھوں نے مزید تفصیلات بتانے سے گمبزی کیا ہے۔ کمپنی کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ مئی اور ستمبر کے دوران عراق کے صوبہ الانبار میں انفارمیشن آپریشن پر کئی لاکھ ڈالر خرچ کیے گئے۔⁴¹ ایک رپورٹ کے مطابق امریکی وزارت خارجہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے مالی ذرائع اور افرادی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اس بات کے انتظامات کیے جائیں کہ مسلمانوں میں بنیاد پرست طبقے مقبولیت حاصل نہ کر سکیں۔ مسلم معاشروں کو جدت پسندی کے نام پر مغربی رنگ میں رنگ دیا جائے اور وہاں صرف وہی اسلام باقی رہ جائے، جو امریکی و مغربی افکار و تصورات سے ہم آہنگ ہو۔ اس مقصد کے لیے رشوت کی گرم بازاری بھی ہے، ترغیبات کی فتنہ سامانی بھی اور آلات حرب و ضرب کی دہشت ناکی بھی۔⁴² مستشرقین کی اکثریت چونکہ وزارت خارجہ کے محکموں سے وابستہ ہے، اس لیے سیاسی طور پر انھیں اپنے منصوبے روبرو عمل لانے کے لیے خاطر خواہ سہولتیں میسر ہیں۔ باخبر لوگ ان کی ان سرگرمیوں سے بخوبی واقف ہیں، جو یہ لوگ عرب ممالک میں شبانہ روز جاری رکھے ہوئے ہیں۔⁴³ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مرحوم نے عرب ممالک میں استشراقی حوالے سے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اہل مغرب کی سفارتی کاروائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب کے تمام ممالک کے سفارتی مراکز میں سیاسی پالیسی کے نام پر کسی خاص سیکرٹری یا کلچر اٹاچی کا تقرر کر دیا جاتا اور تقرر کے ساتھ یہ شرط لگا دی جاتی کہ وہ عربی زبان کا ماہر ہو تاکہ اپنی علمی سند کی بنا پر اس ملک کے اہل قلم، صاحب فکر اور سیاسی عناصر سے اپنا رابطہ قائم کر کے اپنی سفارتی پالیسی کے تحت ان میں شورش و کشمکش کی تازہ روح اور نئی غذا فراہم کرتا رہے۔ ہماری آنکھیں اس کے سنگین نتائج دیکھ

⁴¹ روزنامہ جنگ، لاہور، 6 جنوری 2006ء۔

⁴² ڈاکٹر محمد امین، "روشن خیالی کی امریکی اساسات"، نوائے وقت 8-9 اگست، 2006ء۔

⁴³ خلیل احمد حامدی، مرتب: نظام اسلامی مشاہیر اسلام کی نظر میں (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1963ء)، 437۔

چکی ہیں۔ بہت سے عربی ممالک میں یہ کھیل کھیلا گیا، جو ان میں آپس کی تفریق اور ملکی انتشار کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ان سفرانے، جن میں سے بہت سے اب بھی اپنی جگہوں پر فائز ہیں، عربی اور اسلامی اصطلاح میں فرق کر کے ان کے ملکی دوستانہ تعلقات کو ٹھیس پہنچائی۔ انھوں نے خیر سگالی کے معصوم جذبے کے تحت عرب ممالک کی طاقت کو منتشر کیا، لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب انھوں نے اپنے ملک کے کرتادھرتا لوگوں کو اپنا فلسفہ اچھی طرح سمجھا دیا اور ان پر ان کی عوامی سیاسی کمزوریوں کو واضح کر دیا، اور جب اس ملک کے رہنے والوں نے فرقہ وارانہ رخنوں کو سامراجی مصالح کی آڑ سے دیکھ لیا تھا۔ یہ لوگ، عرب ممالک میں اس پرانی قومیت کو، جسے گردش زمانہ نے صدیوں نظروں سے اوجھل کر دیا تھا، اہمیت دے کر زندہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب کی "قومی کہانیوں" کو یاد دلاتے ہیں۔ ان کی زبان، عقیدہ اور ملک کی ایکتا کو ابھارتے ہیں۔ نصف صدی گزر گئی مگر یہ لوگ مسلسل مصر میں فرو عونیت، شام میں فنیقیہ اور عراق میں اشوریت کو دوبارہ زندگی دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ "اخوت و ایکتا" کے نام پر گروہی طبقے جاگ اٹھیں۔ آزادی کی قوت سلب ہو اور ہماری ہی زمین پر ہماری قوت، آزادی اور سیاست دم توڑ دے اور عقیدہ و تاریخ میں انتشار پیدا ہو۔⁴⁴

اہل مغرب خصوصاً اٹلی کے لوگوں کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ اہل مشرق کے ساتھ اپنے تجارتی تعلقات کو اچھے طریقے سے طے کرنے کے لیے انھوں نے عربی زبان کی تحصیل پر خصوصی توجہ دی۔ یہاں تک کہ 1265ء میں تونس اور اٹلی کے شہر "بیزا" کے تاجروں کے مابین جو تجارتی معاہدہ ہوا، اسے عربی زبان میں لکھا گیا۔ وینس کو مشرق و مغرب کے درمیان ہمزہ وصل کی حیثیت حاصل تھی؛ یہاں کے لوگ عربی زبان بھی بولتے تھے۔ 1453ء میں سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ فتح کیا تو عربی کے ساتھ ساتھ ترکی کو بھی راج کر لیا۔ اہل مشرق کے ساتھ اٹلی کی تجارت کو دیکھ کر فرانس بھی اس طرف متوجہ ہوا۔ فرانسیسیوں نے 1665ء میں "شارنیتہ" کی قیادت میں مشرقی ممالک کے سروے کے لیے ایک مہم ترتیب دی۔ اس مہم کے ارکان کی اکثریت مختلف شعبوں کے علما و ماہرین پر مشتمل تھی۔ ان لوگوں نے فرانسیسیوں کے لیے ممالکِ شرقیہ کے خزانوں کا سراغ لگایا اور مختلف طریقوں سے انھیں حاصل کرنے کی کوشش کی۔⁴⁵ بعد میں اس قسم کی کوششوں میں انگریز بھی شامل ہو گیا۔ انگریز کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے برصغیر میں جو کردار ادا کیا تھا، وہی کردار دیگر ممالکِ اسلامیہ میں کئی مغربی کمپنیوں نے انجام دیا۔ جرمنی اور امریکہ بھی اس میدان میں کود گئے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے ممالکِ اسلامیہ میں پھیلے ہوئے خام مال کے ذخیروں اور دوسری دولت کو مغرب میں منتقل کرنے کے لیے ریلوے لائنیں بچھائیں۔ نیپولین نے مصر پر حملہ کیا، تو وہ اپنے ساتھ علما کا ایک لشکر بھی لایا تھا، تاکہ وہ ممالکِ شرقیہ کی دولت کا کھوج لگائیں اور اس کو اہل مغرب کے

⁴⁴ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ السباعی، المستشرقون والاسلام، ترجمہ۔ مولانا سلیمان شمش ندوی (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982ء)، 36-34۔

⁴⁵ الجبری، الاستشرق وچ لاسشرق الفکری، 76۔

لیے حاصل کرنے کی تدبیریں سوچیں۔ واسکو ڈے گاما کے ہندوستان کے سفر کے بعد پرتگال کی تجارتی کمپنیاں مشرقی ممالک میں سرگرم عمل ہو گئیں۔⁴⁶ ڈاکٹر عبدالمتعال الجبری نے مشرق کے متعلق مغربی لوگوں کے لوٹ کھسوٹ اور ظلم و ستم کے رویہ کے بارے میں ایک انگریز ادیب "سدنی لو" کا تبصرہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مغرب کی عیسائی حکومتیں کئی سالوں سے اہم شہریہ کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہیں، اس کی بنا پر یہ چوروں کے اس گردہ سے کتنی مشابہت رکھتی ہیں، جو پر سکون آبادیوں میں داخل ہوتے، ان کے مزدور میکانوں کو قتل کرتے اور ان کا مال اسباب لوٹ کر لے جاتے ہیں! کیا وجہ ہے کہ یہ حکومتیں ان قوموں کے حقوق پامال کر رہی ہیں جو آگے بڑھنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں! کتوں جیسے اس لالچ کا جواز کیا ہے کہ ان قوموں کے پاس جو کچھ ہے ان سے چھیننے کی کوششیں ہو رہی ہیں! یہ عیسائی قومیں اہل مشرق کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہر قسم کی خوبیوں سے اس طرح تہی دامن ہو گئی ہیں کہ زمانہ قدیم کے ظالم ترین لشکروں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔⁴⁷

بہت سے مستشرقین روزی کمانے کے لیے تحریک استشراق میں شامل ہو گئے۔ بہت سے فضلا اس کو ایک کامیاب پیشے کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ بہت سے ناشرین اس بنا پر کہ ان کی کتابوں کی جو مشرقیات اور اسلامیات پر لکھی جاتی ہیں، یورپ اور ایشیا میں بڑی منڈی ہے، اس کام کی ہمت افزائی اور سرپرستی کرتے ہیں، اور بڑی سرعت کے ساتھ یورپ اور امریکہ میں ان موضوعات پر کتابیں شائع ہوتی ہیں، جو بہت بڑی مالی منفعت اور کاوبار کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔⁴⁸ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کے مطابق اہل مغرب نے مسلمانوں کے ساتھ تجارتی معاملات کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلمان ملکوں نے ان کی مصنوعات کو قبول کیا اور انھوں نے مسلمانوں کے قدرتی خام مال کی قیمتیں دنیا شروع کیں، جس کی وجہ سے مقامی صنعت و حرمت کے مراکز ختم ہوئے اور ان کی جگہ مغرب کے فولادی کارخانے قائم ہونے لگے۔⁴⁹

جہاں تک استشراقی علمی کاوشوں کی بات ہے تو ایسی کاوشوں کے پیچھے بھی خدمت علم کے جذبے سے کہیں زیادہ اسلام اور مسلمانوں سے مقابلہ مقصود رہا ہے۔ بلاشبہ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، مستشرقین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جنھوں نے صرف علم کے حصول اور خدمت علم کے جذبے سے اپنی زندگیاں تحقیق کے خارزار میں گزار دیں، انتہائی دماغ سوزی، دیدی سبزی اور جفاکشی سے کام لیا، جس کی داد نہ دینا اخلاقی کوتاہی اور علمی ناانصافی ہے؛ انھی کی کوششوں سے بہت سے مشرقی و اسلامی علمی جواہرات و نوادر پردہ خفا سے نکل کر منظر عام پر آئے اور جاہل و ارتوٹوں اور ظالم کیڑوں کی دست برد سے محفوظ ہو گئے۔ متعدد اعلیٰ اسلامی ماخذ و تاریخی وثائق ہیں، جو ان کی محنت و ہمت سے پہلی مرتبہ شائع

⁴⁶ الازہری، ضیاء النبی، 6/ 279-278۔

⁴⁷ الجبری، الاستشراق وجہ للاستشراق الفکری، 108۔

⁴⁸ ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 257۔

⁴⁹ السباعی، المستشرقون والاسلام، 35-34۔

ہوئے، اور مشرق کے اہل علم نے ان سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا۔ اس علمی اعتراف کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ مستشرقین نے بالعموم اسلامی علوم کے وسیع مطالعہ سے حقیقی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نتائج ہمیشہ مقاصد کے تابع ہوتے ہیں، اور مستشرقین کا کام چونکہ اپنے مخصوص مقاصد کے تحت عام طور پر کمزوریوں کو تلاش کرنا اور ان کو چکانا ہوتا ہے، اس لیے صفائی کے ایک انسپکٹر کی طرح ان کو گلزار و جنت نشاں شہر میں صرف غیر صحت مند مقامات ہی نظر آتے ہیں۔⁵⁰

حاصل بحث

اس مقالے کا حاصل یہ ہے صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے پر نظر ڈالی جائے تو مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے بغض و عناد اور جارحانہ عزائم کی بہت حد نقاب کشائی ہو جاتی ہے۔ صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے لاکھوں جانیں قربان کیں؛ ان کے بڑے بڑے قائدین کام آئے۔ بایں ہمہ وہ مسلمانوں کو دبا سکے اور نہ ہی بیت المقدس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ انھیں یقین ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کار ازان کے دین کی تعلیمات میں پنہاں ہے اور ان کو کمزور کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ دین اسلام اور داعی اسلام ﷺ کی ایسی تصویر پیش کی جائے کہ مسلمانوں کو مسلمان کہلاتے ہوئے شرم محسوس ہو۔ چنانچہ انھوں نے تیغ و سناں رکھ دیے اور قلم و قرطاس کے ذریعے اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔ انھوں نے ڈراموں، فلموں، کارٹونوں اور کتابوں میں اسلام اور داعی اسلام کے کردار کو مسخ کر کے پیش کرنا شروع کر دیا۔ استشرق مغرب کی جنگی نوعیت کی اسی حکمت عملی کا ایک روپ ہے۔

⁵⁰ ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش 136۔